دورۂ فجی کے حالات کا تذکرہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱ / اکتوبر ۱۹۸۳ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے درج ذیل آیت قرآنی تلاوت فرمائی:

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ (البقرہ:۱۱۶)

اور پھر فرمایا:

قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے مختلف رنگوں میں مومنوں کو خوشخبریاں دے رہی ہے۔ اس کے ایک معنی یہ ہیں کہ مشرق و مغرب اللہ ہی کے لئے ہیں پس خواہ تم مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف، تم ہر جگہ وجہ اللہ کو حاصل کر سکتے ہو۔ اللہ وسعت دینے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ وجہ اللہ کے معنی کئی طرح سے کئے جا سکتے ہیں۔ اس موقع پر میں جو معانی اخذ کر رہا ہوں ان سے مراد رضائے باری تعالیٰ ہے۔ پس ایک معنی اس آیت کریمہ کا یہ بنے گا کہ مشرق اور مغرب دونوں اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور اسی کی ملکیت ہیں پس وہ مومن جو رضائے باری تعالیٰ کے حصول کی خاطر نکلتے ہیں خواہ وہ مشرق کی طرف منہ کریں یا مغرب کی طرف، انہیں دونوں جگہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے مواقع میسر آئیں گے۔ إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ اللہ تعالیٰ ان مواقع کو وسعت دیتا چلا جائے گا اور ان لوگوں پر خدمت دین کی نئی نئی راہیں کھولتا چلا جائے

گا جو اس نیت سے سفر اختیار کرتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے مواقع تلاش کریں۔

اسی معنی کا دوسرا پہلو یہ بنے گا کہ وہ لوگ جو رضائے باری تعالیٰ کی خاطر سفر اختیار کرتے ہیں خواہ وہ مشرق کی طرف منہ کریں یا مغرب کی طرف وہ دیکھیں گے کہ انہیں مشرق میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل رہی اور مغرب میں بھی۔ رضائے باری تعالیٰ کوئی محدود چیز نہیں اللہ تعالیٰ اس رضا کو اپنے بندوں کے لئے وسعت دیتا چلا جاتا ہے۔ پس وہ اللہ کی رضا کو نئے نئے رنگ میں ظاہر ہوتا دیکھیں گے اور خدا تعالیٰ اسے وسعت دیتا چلا جائے گا۔ کس حد تک کس کے لئے اور کتنی وسعت دینی ہے ان امور کا فیصلہ فرمانا خدائے علیم کا کام ہے۔ نیت جتنی صاف اور پاک ہوگی، جذبہ جتنا گہرا اور شدید ہوگا، ارادے جتنے بلند ہوں گے، علیم خدا انہی کی نسبت سے اپنے خدمت کرنے والوں بندوں کے لئے مواقع بھی وسیع کرتا چلا جائے گا اور اپنی رضا کے اظہار میں بھی وسعت اختیار فرماتا چلا جائے گا۔

حالیہ سفر جو اسلام کی خدمت کی نیت سے خالصتاً لوجہ اللہ اپنے دل کو صاف اور پاک کرتے ہوئے ہم نے یعنی میں اور میرے ساتھیوں نے اختیار کیا اس میں اس آیت کے یہ دونوں مفہوم ہم پر خوب اچھی طرح روشن ہوئے۔ باوجود اس کے کہ آجکل کے زمانہ میں بکثرت خط وکتابت کے ذریعہ Telecommunication اور اخبارات کے ذریعہ دنیا کی خبریں ہر جگہ پہنچ رہی ہیں اور باوجود اس کے کہ ان علاقوں میں ہمارے مبلغین اور اگر وہ نہیں تو ایسے احمدی ان علاقوں میں موجود ہیں کہ جو اپنے جائزہ اور مطالعہ کے مطابق مرکز سلسلہ کو ہمیشہ مطلع رکھتے ہیں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ خدمت دین کے کون سے مواقع میسر ہیں اس لئے بظاہر تو اس سفر کے ذریعہ کوئی نئی راہیں نظر نہیں آنی چاہئیں کیونکہ ہر جگہ احمدی آنکھ موجود ہے، ہر جگہ نظام جماعت موجود ہے اور ہر احمدی کے ذہن میں جو خدمت دین کا موقع ابھرتا ہے اس کی اطلاع مرکز کو کرتا رہتا ہے لیکن اس کے باوجود قرآن کریم نے جب یہ فرمایا کہ جب بھی تم للہ سفر اختیار کرو تو رضائے باری تعالیٰ کے نئے مواقع بھی تمہیں میسر آئیں گے اور اللہ ان مواقع میں وسعت دیتا چلا جاتا ہے تو لازماً یہ حقیقت پوری ہونی تھی۔ چنانچہ ہم نے اس سفر میں یہی دیکھا کہ ربوہ میں رہتے ہوئے یا پاکستان میں بیٹھے ہوئے جو باتیں وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتی تھیں کہ اللہ کی خدمت کے یہ نئے راستے ہیں وہ ہم پر کھلتے چلے گئے۔

سنگاپور میں جہاں سے ہم نے سفر کا آغاز کیا وہاں بھی بالکل نئی نئی راہیں سامنے آئیں اور

فجی میں بھی جہاں دوسرا قدم رکھا خدا تعالیٰ کے فضل سے نئی نئی راہیں اور مواقع سامنے آئے اور اسی طرح آسٹریلیا میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدمت دین کے نئے نئے طریق اور نئے مقامات آنکھوں کے سامنے آئے اور اللہ تعالیٰ نے نئے اسلوب سمجھائے اسی طرح جب ہم سری لنکا پہنچے تو سری لنکا میں بھی خدا تعالیٰ نے خدمت دین کے مواقع میں حیرت انگیز طور پر وسعتیں پیدا فرما دیں۔ پس ہم نے اس پہلو سے بھی اس آیت کو بڑی شان کے ساتھ پورے ہوتے دیکھا اور اس پہلو سے بھی کہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ اپنی رضا اور فضل، رحم اور پیار کے حیرت انگیز نمونے دکھاتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ان احباب کو بھی جو وہاں موجود تھے اور ہم مسافروں کو بھی غیر معمولی رحمتوں اور فضلوں کے نشان دکھائے۔ پس ہم ان دو معانی میں اس آیت کی صداقت کا مشاہدہ کر کے واپس آ رہے ہیں۔

یہ بہت بڑی تفصیل ہے اور اس سفر کے دوران جن ممالک کا دورہ کیا گیا ان میں سے صرف ایک ملک کے حالات ہی اگر بیان کئے جائیں تو ایک لمبا مضمون بنتا ہے اس لئے میں نے ذہن میں یہ نقشہ بنایا ہے کہ آج آپ کو فجی سے متعلق کچھ باتیں بتاؤں گا اور وہ بھی چند ایک باتیں ہوں گی ساری تو بہر حال ممکن نہیں۔ بعض تفصیلی پروگرام بھی مختلف اوقات میں بنائے گئے ہیں۔ بعض امور جن کا ان سے تعلق ہے وہ ان کے سامنے کھولے جائیں گے اور اس کے بعض حصے جن کا تعلق عمومی جماعت سے ہے وہ ساری جماعت کے سامنے بیان کئے جائیں گے لیکن بہر حال ایک خطبہ میں تو فجی کے حالات اور وہاں کی مصروفیات پر روشنی ڈالنا بھی ممکن نہیں ہے۔ آپ اس بات سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ فجی میں مختلف ہدایات اور مشوروں اور خطابات کی جو کیسٹیں تیار ہوئی ہیں وہ ٦٦ گھنٹے کی ہیں جب کہ ساری کیسٹیں تو تیار نہیں ہوئیں بہت سی ایسی مصروفیات ہیں جو کیسٹ میں نہیں آتیں۔

پس اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جہاں ٦٦ گھنٹے اہم موضوعات پر گفتگو ہوئی ہو یعنی ایسے امور پر جن میں وہاں کی جماعت کو یا ہمیں دلچسپی تھی کہ جماعت کو سمجھائیں وہ ایک یا آدھ گھنٹہ کے خطبہ میں کس طرح بیان ہو سکتی ہیں تاہم میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے احمدی دوستوں، بچوں، مردوں، عورتوں اور بوڑھوں کو بہت اشتیاق ہے کہ میں کچھ باتیں ان کے سامنے بیان کروں اس لئے آج کے خطبہ کے لئے میں نے فجی کو موضوع بنایا ہے یعنی فجی کا بہت ہی مختصر تعارف اور بعض اہم باتیں جو ہمیں وہاں پیش آئیں اور ہمارے سامنے ابھریں وہ میں آپ کے سامنے بیان کروں گا۔

فجی ایک چھوٹا سا ملک ہے جو Pacific Ocean یعنی بحرالکاہل کے درمیان واقع ہے۔اس کے جزائر کی تعداد ۵۰۰ ہے لیکن آبادی اور اقتصادیات کا زیادہ تر انحصار چند جزیروں پر ہے جن میں سے دو بڑے بڑے اور بعض چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں۔فجی کی آبادی پانچ لاکھ اسی ہزار ہے۔آخری Census کے مطابق فجی کا کل رقبہ سات ہزار میل ہے اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ ایک چھوٹی سی جگہ ہے۔۵ لاکھ ۸۰ ہزار کی آبادی میں سے چائینز کی تعداد ۵ ہزار کے لگ بھگ ہے اور یورپین کی کچھ اس سے کم اس طرح متفرق اقوام کی تعداد ۱۲ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ یورپین میں سے کچھ Mixed Races (مخلوط نسلیں) ہیں ان کی تعداد کم و بیش دس ہزار کے قریب ہے۔اس کے علاوہ باقی آبادی میں معمولی اکثریت ہندوستانیوں کو حاصل ہے یعنی ہندوستانی نژاد جن میں پاکستانی علاقوں کے لوگ بھی شامل ہیں اور نصف سے کچھ کم فجین لوگ ہیں۔

فجین کون ہیں ان سے متعلق مختلف مورخین نے مختلف آراء پیش کی ہیں۔ان کی تاریخ یقینی تفصیل کے ساتھ محفوظ نہیں ہے بہر حال ماہرین نے مختلف پہلوؤں سے جو اندازے لگائے ہیں اس کے مطابق فجین قوم پولینیشین (Polynesian) اور ملائیشین کے امتزاج سے بنی ہے اور اس پر کچھ Negroid اثر بھی موجود ہے۔ دو بڑی قومیں ہیں ۔ پولینیشین Polynesian قوم Pacific کے علاقوں میں آباد ہیں۔پولینیشین Polynesian اور ملائیشین دونوں کا دائرہ زیادہ تر انڈونیشیا سے شروع ہوتا ہے اور پھر آگے فجی تک چلا جاتا ہے۔ملایا میں بھی یہی نسل آباد ہے۔

یہ لوگ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں اس سے متعلق ماہرین کی مختلف آراء ہیں۔بعض کہتے ہیں کہ ان کا آغاز عرب سے ہوا، بعض کا خیال ہے کہ ہندوستان کے قدیم باشندے یا یوں کہنا چاہئے کہ مشرق وسطیٰ کے قدیم باشندے جو Arian نسل سے تعلق رکھتے ہیں وہ بعد میں آ کر پہلے پہل انڈونیشیا میں آباد ہوئے، پھر وہاں سے پھیلنا شروع ہوئے لیکن جہاں تک فجی کا تعلق ہے اس میں دونوں طرف سے لوگ آئے ہیں، مشرق کی طرف سے اور مغرب سے بھی آئے ہیں اور ان کے خون کا امتزاج ہو گیا ہے۔بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ ان کا Origin یا ان کا آغاز افریقہ سے ہوا تھا اور افریقہ میں بھی وہ خاص طور پر یوگنڈا کے بعض علاقوں کے نام بتاتے ہیں کہ وہ وہی ہم شکل نام ہیں جو یہاں پائے جاتے ہیں لیکن ان سب آراء پر غور کرنے کے بعد آج کل کے محققین جو نتیجہ

نکالتے ہیں وہ یہی ہے کہ یہ قوم مختلف قوموں اور مختلف قسم کے خون کے امتزاج سے پیدا ہوئی ہے اور کسی ایک قوم کی طرف اسے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ کچھ کیریکٹر پولینیشین (Polynesian) (بحرالکاہل کے جزیروں میں آباد قومیں) ہیں، کچھ ملائیشین ہیں اور غالباً ملائیشین اثر زیادہ ہے۔ خیال یہ ہے کہ پہلے ملائیشین تھے بعد میں Polynesian آ گئے اور ان سے ملاوٹ ہوئی اور کچھ Negroid اثر ہے اس لئے انہیں نہ تو سفیدوں میں شمار کیا جا سکتا ہے، نہ کالوں میں، نہ زردوں میں، ان کے بیچ کی کوئی چیز ہے۔ بال گھنگھریالے، رنگ گندمی سے کچھ گہرا اور بعض جگہ کھلتا ہوا دکھائی دیتا ہے، کشادہ سینے، قد لمبے، بڑی مضبوط قوم ہے اور مزاج کی بھی اچھی ہے۔ اس میں وحشت زیادہ نہیں پائی جاتی اگرچہ پرانے زمانوں میں یہاں آدم خور بھی پائے جاتے تھے۔ تعلیم یافتہ طبقہ بہت سلجھے ہوئے مزاج کا ہے۔ ضد اور تعصب نہیں ہے۔ دلائل سن کر فوراً اور بے تکلف تسلیم کرتے ہیں۔

یہ قوم بالعموم پسماندہ ہے اور ان کے بہت سے حصے ابھی تک جنگلی زندگی گزار رہے ہیں۔ وہ مختلف قبائل میں بٹے ہوئے ہیں لیکن انگریزوں نے انہیں آزاد کرنے سے پہلے ایسی کانسٹی ٹیوشن دے دی کہ جس کے نتیجہ میں ہمیشہ اس بات کی ضمانت ہو کہ زمینوں کی اصل ملکیت بھی فجین کی رہے گی اور حاکم بھی فجین ہی رہیں گے اور کانسٹی ٹیوشن کے مطابق فجین کے حقوق کی غیر معمولی حفاظت کی گئی ہے اس لئے یہ قوم ان لوگوں کی نظر میں جو یہاں اسلام پھیلانا چاہیں، بہت ہی اہم ہے۔

ہندوستانی آبادی کے لوگوں میں اکثریت ہندوؤں کی ہے جن میں ایک حصہ سکھوں کا ہے اور ہندوؤں میں سے سناتن دھرمی زیادہ ہیں اور آریہ نسبتاً کافی کم ہیں اور مسلمانوں کی تعداد کل آبادی کی آٹھ فیصد ہے۔ وہاں کا ماحول تبلیغی نقطہ نگاہ سے بہت بہترین ہے کیونکہ ان میں باہمی محبت اور سلوک پایا جاتا ہے اور ان میں مذہبی اشتعال انگیزیاں اور منافرتیں نہیں ملتیں اور ہندو سکھ اور مسلمان سارے بڑی محبت سے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون سے رہ رہے ہیں۔ اسی طرح عیسائیوں کی (یورپین میں سے فجین میں سے بھی) ایک بہت بڑی تعداد مسلمانوں اور ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ مل جل کر رہ رہی ہے۔ فجینز کے قدیم مذاہب کی شکلیں کچھ افریقین مذاہب سے ملتی ہیں اور ان میں عمومی طور پر کچھ شرک پایا جاتا ہے جو مذاہب کے بگڑنے کے نتیجہ میں رفتہ رفتہ راہ پا لیا کرتا ہے۔ فجینز (Fijians) کا ایک مذہب بیان کرنا ممکن نہیں۔ وہ خدا کے قائل ہیں اور ایک تخلیقی روح

کے بھی قائل ہیں۔اس کے علاوہ قبائل کے اپنے اپنے اولیاء ہیں جنہیں خدا بنا لیا گیا ہے اور انہیں بہت اہمیت حاصل ہے۔بعض اوقات نیشنل ہیرو کو جس نے کسی زمانہ میں اپنی قوم کی بڑی خدمت کی ہو بہت اونچا مقام دے دیا جاتا ہے۔جس طرح مردہ پرستی کا رجحان دنیا میں ہر جگہ پایا جاتا ہے، وہاں بھی پایا جاتا ہے۔تو وہاں بھی رفتہ رفتہ ان مردوں کو خدا کا مقام دے دیا گیا ہے۔کوئی مردہ جنگ کے لئے مفید ہے کوئی بارشوں کے لئے اور کوئی کھیتی باڑی میں برکت دینے کے لئے غرض کہ کئی قسم کے توہمات ہیں جس نے قوم کو گھیر رکھا ہے۔

فجین جادوگری کے بہت قائل ہیں اور آج بھی اس قوم میں پرانے زمانہ کی روایات کے مطابق جادوگر موجود ہیں جو برکت دیتے ہیں اور لوگ ان سے مشکلات حل کرواتے ہیں نیز اپنے دشمنوں کے خلاف تعویذ حاصل کرتے ہیں۔غرضیکہ جہالت کی جتنی باتیں ممکن ہوسکتی ہیں وہ ساری اس قوم میں موجود ہیں۔

اس ملک میں مجھے احمدیوں کی تعداد آٹھ ہزار بتائی گئی لیکن میرے نزدیک اس سے کم ہے۔ چند ہزار کہہ سکتے ہیں لیکن جو احمدی موجود ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑھنے کی غیر معمولی طاقتیں موجود ہیں۔سب سے اہم بات جو احمدیوں سے متعلق قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ تربیت حاصل کرنے کا مادہ بہت پایا جاتا ہے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو اس وقت ان کی کیفیت بالکل مختلف تھی اور وہاں بہت جلدی یہ محسوس ہوا کہ باوجود اس کے کہ وہاں ایک لمبے عرصہ سے مبلغین موجود رہے ہیں لیکن نظام جماعت کو سمجھانے کے سلسلہ میں بہت ہی معمولی کام ہوا ہے اور اکثر شکایتیں جو فجی کی جماعت کے بعض دوستوں سے متعلق یہاں آیا کرتی تھیں ان کی بنیادی وجہ ان کے ایمان کی کمزوری نہیں بلکہ نظام جماعت سے لاعلمی ہے اور یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ مبلغین نے یہ محنت اور کوشش ہی نہیں کی کہ انہیں نظام جماعت سے متعلق کچھ باتیں بتائیں۔اس میں بعض صورتوں میں ان کا قصور نہیں ہے کیونکہ ان کی توجہ جاتے ہی زیادہ تر تبلیغی کاموں میں لگ جاتی ہے اور ربوہ قادیان کے تربیت یافتہ ہونے کی وجہ سے ان کے احساس کا معیار بڑا بلند ہو چکا ہوتا ہے۔ان کے دماغ میں نظام جماعت اس طرح رچ چکا ہوتا ہے کہ اس کے خلاف معمولی سی بات سے وہ مشتعل ہو جاتے ہیں، گھبرا جاتے ہیں اور پریشان ہو جاتے ہیں لیکن ہمارے مبلغین نے یہ نہیں سوچا (ان کی غیرت نظام جماعت لئے

تو اپنی جگہ ٹھیک ہے) کہ فجین کے متعلق یہ تو معلوم کر لیں کہ انہیں نظام جماعت کا علم بھی ہے کہ نہیں؟ ان سے یہ توقع رکھنا کہ جس طرح قادیان کے تربیت یافتہ اور قدیمی بزرگوں کے پالے ہوئے لوگ ہیں ویسے ہی وہ بھی نمونہ دکھائیں گے، جب تک انہیں بتائیں گے نہیں کیسے دکھائیں گے؟ صرف میرا ہی یہ تاثر نہیں تھا بلکہ میرے ساتھیوں کا بھی یہی تاثر تھا کہ اکثر شکائتیں ان کی ناسمجھی اور لاعلمی کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہیں۔

چنانچہ جب ہم نے ان سے اس موضوع پر گفتگو شروع کی اور ساری شکایات سنیں حالات کا تجزیہ کیا تو انہیں اس معاملہ میں بالکل بے قصور پایا۔ انہوں نے اپنے اندر حیرت انگیز طور پر تبدیلی پیدا کی اور اخلاص میں اس تیزی کے ساتھ ترقی کی کہ یہ چیز الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتی۔ ان کی فدائیت کا جذبہ کسی پہلو سے بھی پاکستان کے مخلص احمدیوں سے کم نہیں ہے۔ ان میں خدمت کی روح نہ صرف موجود ہے بلکہ جب ہم نے اسے چھیڑا تو یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ چھلک چھلک کر کناروں سے باہر نکل رہی ہے۔ وہ لوگ تبلیغ کے لئے مستعد ہیں اور خدا کی خاطر ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ شروع شروع میں اس قدر بے اعتنائی کا رنگ تھا اور ان کی آنکھوں میں ناواقفیت کی وجہ سے جو ایک اجنبیت سی پائی جاتی تھی، چند دن کے بعد ہی جب ہم واپس آئے ہیں تو ان میں گہری محبت نے جگہ لے لی اور ان کی آنکھوں، اداؤں اور چہروں کے آثار میں نہایت گہرا خلوص نظر آنے لگا اور ان کی پیشانیوں سے پختہ ارادے ظاہر ہونے لگے اور ہم نے مشاہدہ کیا کہ ان کی نمازیں جو پہلے خشک تھیں پھر تر ہونے لگیں اور بکثرت ایسے احمدی دیکھے جو پہلے ہمارے ساتھ ایک ہلکی سی ناواقفیت سے نماز پڑھتے تھے۔ پھر ان کی کیفیت میں ایسی گہری تبدیلی پیدا ہوگئی کہ ان کی سجدگاہیں آنسوؤں سے بھیگ جاتی تھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انہیں عشق کی حد تک بڑی گہری محبت ہے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ جب ہم نے انہیں قریب سے دیکھ کر ان کی تربیت شروع کی تو چند دن کے اندر اندر ہی یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایک نئی قوم وجود میں آگئی ہے۔

چنانچہ جب یہاں سے اوکاڑہ کے ناصر احمد شہید کی خبر وہاں پہنچی تو ان لوگوں کی جو کیفیت تھی وہ میں الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا اور ان کے امیر نے الوداع کے وقت جو آخری تقریر کی اس میں اس

بات کا بھی ذکر تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس جماعت نے جو اثر قبول کیا ہے اس کا وہ اظہار کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی کئی موقعوں پر انہوں نے یہ بیان کیا کہ ہم غفلت کی حالت میں رہے ہیں جس کے لئے ہم کثرت سے استغفار کر رہے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری گزشتہ غفلتیں معاف فرمائے اور ہم نے جو نئی زندگی حاصل کی ہے نیا جنم لیا ہے، اللہ تعالیٰ اس میں ہمیں بیش از پیش ترقیات عطا فرماتا چلا جائے۔

انہوں نے مجھ سے کہا کہ اب تو جو ہماری کیفیت ہے اسے ہم الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے ہمارا ایک نیا وجود ابھر آیا ہے اور آج ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ احمدیت کیا ہے اور اس علم کے بعد اب ہمارے جذبات یہ ہیں کہ ہمارا بچہ بچہ، ہماری عورتیں، ہمارے بوڑھے، ہمارے جوان شہادت کے لئے بخوشی تیار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم مبالغہ نہیں کر رہے، ہم یقین دلاتے ہیں کہ اسلام کی خاطر ہم سب کی جانیں حاضر ہیں۔ اگر وہ بکریوں کی طرح ذبح کی جائیں تب بھی ہمیں کچھ بھی پرواہ نہیں ہوگی۔ ہمارے اموال ہماری عزتیں حاضر ہیں اور اس یقین کے ساتھ آپ واپس لوٹیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدمت کی جس راہ پر بھی آپ بلائیں گے ہم حاضر ہوں گے۔

ایسا روح پرور وہ نظارہ تھا کہ اگر چہ میرا دل پہلے بھی ان کی زبان سمجھ رہا تھا جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے لیکن جب الفاظ میں انہوں نے بیان کیا تو میری توجہ اس واقعہ کی طرف پھر گئی جو عظمت میں اس سے بہت بلند ہے لیکن دراصل اسی کے صدقے اس قسم کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔

جنگ بدر کا وہ منظر جب کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے غلاموں سے پوچھا تھا کہ مجھے مشورہ دو، یہ ایک لمبا واقعہ ہے جو بار بار آپ سن چکے ہیں لیکن پھر بھی اس کا مزہ آتا ہی رہتا ہے۔ اس کا باقی متعلقہ حصہ یہ ہے کہ جب انصار نہیں بولے اور پھر حضور اکرم ﷺ نے بار بار پوچھا کہ مجھے مشورہ دو تو تب انصار کے ایک نمائندہ نے کہا یا رسول اللہ! شاید آپ کی مراد یہ ہے کہ جب آپؐ ابتدا میں تشریف لائے تو اس وقت ہم نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ مدینہ کے اندر تو ہم آپؐ کے ساتھ لڑیں گے لیکن مدینہ سے باہر نکل کر نہیں لڑیں گے۔ شاید اس معاہدہ کی حضورؐ کی توجہ منتقل ہو رہی ہے امر واقعہ یہ ہے کہ اس وقت تک ہم آپؐ کی ذات اور مرتبہ کو پہچانتے ہی نہ تھے، اس وقت ہم اسلام سے ناواقف تھے، اب تو

ہماری کیفیت یہ ہے کہ ہم آپؐ کے آگے بھی لڑیں گے، آپؐ کے پیچھے بھی لڑیں گے، آپؐ کے دائیں بھی لڑیں گے، آپؐ کے بائیں بھی لڑیں گے اور ممکن نہیں کہ کوئی ہاتھ کوئی وجود، کوئی جسم آپؐ تک پہنچ سکے جب تک وہ ہماری لاشوں کی روندتا ہوا نہ آئے۔ (الجامع الصحیح البخاری کتاب المغازی باب اذ تستغیثون ربکم)

یہ ایک بہت ہی عظیم الشان واقعہ ہے اور ایسا پیارا جواب ہے کہ تاریخ عالم میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اسی نوعیت کے چھوٹے چھوٹے واقعات ان عظیم واقعات کی برکت سے پیدا ہو رہے ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپؐ کے سچے غلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعارف جب پوری شان کے ساتھ کسی قوم کے ساتھ ہو تو پھر ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں۔

پس وہ لوگ بھی جب یہ بیان کر رہے تھے تو وہ میری نظر میں ایسا ہی مقام رکھتے تھے کہ جن پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیثیت اور مرتبہ پوری طرح روشن نہ تھا، احمدی ہونے کے باوجود بھی مقام مسیحیت ان پر پوری طرح روشن نہیں تھا اور وہ احمدیت کی روح کو اچھی طرح نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب ان پر یہ روشن ہوا تو یہ قربانی کا جذبہ ایک طبعی امر اور قدرتی چیز تھی جس نے ظاہر ہونا ہی ہونا تھا، ایک قانون تھا جسے کوئی بدل نہیں سکتا۔

پس سب سے بڑا پھل جو لے کر ہم لوٹے ہیں۔ جس سے دل کناروں تک اللہ تعالیٰ سے راضی ہے وہ یہی ہے کہ جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک حیرت انگیز نمایاں، پاک اور عظیم الشان انقلابی تبدیلی واقع ہو رہی ہے اور وہاں کے نوجوان، بوڑھے اور بچے خدمت دین کے جذبہ سے اس قدر سرشار ہوئے کہ انہیں دیکھنے سے ایمان تازہ ہونے لگا۔ چنانچہ جب ہم سفر سے روانہ ہوئے تو اس وقت جو ان کے دلوں کی کیفیت تھی حقیقت ہے کہ وہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ اخلاص کا ایک عجیب سمندر تھا اور ان کی آنکھیں یہ پیغام دے رہی تھیں کہ ہم ہر وہ بات یاد رکھیں گے جو آپ نے ہمیں کہی۔ ہم اپنے تصور میں بھی یاد رکھیں گے، اپنے دل میں بھی یاد رکھیں گے، اپنے عمل میں بھی یاد رکھیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہم سے اچھی خبریں آئیں گی۔

جب ہم آسٹریلیا پہنچے تو فجی کے ایک نوجوان جن کی معمولی اقتصادی حالت تھی اور انہیں اتنی توفیق نہیں تھی کہ وہ کرایوں میں اتنی رقمیں خرچ کریں، وہ ہمارے پیچھے پیچھے آسٹریلیا پہنچ گئے۔ جب پوچھا کہ آپ کس طرح آئے تو انہوں نے کہا کہ میرا دل اس قدر بے قرار ہو گیا تھا کہ برداشت نہیں

ہو رہا تھا اس لئے میں نے سوچا کہ خواہ کچھ بھی ہو آسٹریلیا پہنچ جاؤں اس طرح کچھ اور ساتھ رہنے کا موقع مل جائے گا۔ وہاں وہ مکمل طور پر نہ صرف ساتھ رہے بلکہ خدمت کا اس قدر شوق تھا کہ مقامی خدام سے بھی منت کر کے اور مانگ کر وقت لے لیا تھا اور پھر دوبارہ والنٹیئرز میں شامل ہو گئے اور وہاں انہوں نے بڑی حکمت اور محبت سے دن رات جماعت کی خدمت کی۔

پس یہ وہ کیفیات ہیں جن کا بیان کرنا بھی ممکن نہیں اور ان کا شکر ادا کرنا بھی ناممکن ہے۔ میں یہ باتیں آپ کو اس لئے بتا رہا ہوں کہ آپ بھی خاص طور پر اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور توجہ کریں۔ خدمت دین کے لئے نئی نئی قومیں آگے بڑھنے کو تیار ہو رہی ہیں اور بڑا بلند اور پختہ عزم رکھتی ہیں۔ اب آپ کا ان سے مقابلہ ہونا ہے اس لئے باوجود اس کے کہ جماعت احمدیہ پاکستان خدا کے فضل سے بڑی مخلص ہے اور اخلاص میں مزید ترقی کر رہی ہے میرا یہ فرض ہے کہ میں آپ کو بروقت متنبہ کر دوں کہ آپ لاعلمی میں نہ بیٹھے رہیں کہ بعض دور کی جماعتوں سے آپ کا مقابلہ ہے جن کی تربیت نہیں ہے۔ اچھی تربیت نہ ہونے کے باوجود اب وہ اس بات کے لئے تیار کھڑی ہیں کہ پورے زور سے آپ کے ساتھ دوڑیں اور فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ کی دوڑ میں حصہ لیں اور ساتھ ہی دعاؤں کی طرف بھی توجہ کریں کیونکہ اس عظیم الشان کام کے لئے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے سپرد فرمایا ہے دعاؤں کی بے انتہا ضرورت ہے۔ یہ تو طویل داستان ہے میں نے سوچا ہے کہ باقی حصہ انشاء اللہ تعالیٰ اجتماع پر بیان کروں گا۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا فجی کی باتیں بھی ایک آدھ گھنٹہ میں بیان کرنی ناممکن ہے۔ آج انشاء اللہ اجتماع ہوگا۔ نمازیں جمع ہوں گی اور اس کے بعد ہم ساڑھے تین بجے مقام اجتماع میں اکٹھے ہوں گے۔ فجی کے مضمون کا بقیہ دوسرا حصہ میں وہاں بیان کروں گا۔ اس وقت تو میں صرف دعا کی تحریک کرنا چاہتا ہوں۔ دعاؤں کی شدید ضرورت ہے کیونکہ جیسا کہ ہمارے سفر کے ایک ساتھی چوہدری انور حسین صاحب نے واپس آ کر تبصرہ کیا بالکل وہی کیفیت میں اپنے دل کی پاتا ہوں۔ انہوں نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ مجھے تو یوں لگتا ہے کہ ہم ذمہ داریوں کے پہاڑ لے کر واپس لوٹے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ایک ایک ملک میں جو خدمت کے نئے مواقع میسر آئے ہیں وہ بہت وسیع

ہیں اور ذمہ داریاں بہت بوجھل محسوس ہوتی ہیں۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ اس چھوٹے سے سفر ہم ذمہ داریوں کے پہاڑ سمیٹ کر واپس آئے ہیں۔ پہاڑ کا بوجھ اٹھانا تو ہمارے بس کا کام نہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی ہے جو فضل فرمائے اور ہمیں ذمہ داریوں سے نبرد آزما ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

پس خاص طور پر یہ دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ بیرونی احباب جماعت کے اخلاص کو بھی بڑھائے اور ہمیں بھی کسی صورت میں ان سے پیچھے نہ رہنے دے، ان کے اخلاص کو بھی دوام بخشے اور ہمارے اخلاص کو بھی دوام بخشے، باہر والے احمدیوں کا بھی ہر قدم ترقی کی طرف جاری رہے اور ہمارا ہر قدم بھی ہمیشہ ترقی کی طرف جاری رہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل کا سلوک فرماتے ہوئے ہماری کمزوریوں سے پردہ پوشی فرمائے، ہماری غفلتوں سے درگزر فرمائے اور ہماری طاقتوں کو بڑھاتا چلا جائے اور اپنے فضلوں کو اس کے مقابل پر اتنا زیادہ بڑھا دے کہ ہماری کوشش کا نتیجہ میں کچھ بھی دخل نظر نہ آئے بلکہ یوں محسوس ہو کہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو پورا ہوتا نظر آ رہا ہے۔

دعا کا یہ حصہ خاص طور پر قابل توجہ ہے اس لئے میں اس مضمون کو ذرا سا کھول کر بیان کرنا چاہتا ہوں۔ انسان کی کوششیں جتنی بھی بڑھ جائیں حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے سوا ان کو پھل نہیں لگ سکتے اور جہاں تک خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کا تعلق ہے وہاں یہ حقیقت اور بھی زیادہ قطعی طور پر ہمارے سامنے آتی ہے۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ دنیا کی کوششوں میں تو کوشش اور پھل میں ایک نسبت ہوتی ہے مگر دین کی خدمت میں اگر آپ بنظر غائر دیکھیں تو حقیقتاً کوئی بھی نسبت نظر نہیں آتی اس لئے کوششوں پر انحصار کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ ہاں یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری استطاعت کے مطابق ہمیں کوششوں کی ضرور توفیق عطا فرمائے تا کہ ہمارے دل بھی راضی ہوں کہ ہم نے خدا کی خاطر کچھ کیا ہے اور جتنی توفیق تھی اتنا ضرور کر دیا ہے لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ اگر خدا تعالیٰ صرف ہماری کوششوں کا ہی پھل عطا کرے گا تو ہم دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے اور خواہ ان کوششوں کو کتنی ہی وسعت مل چکی ہو کام اتنے عظیم الشان اور اتنے وسیع ہیں اور بظاہر ایسے ناممکن نظر آتے ہیں کہ آپ میں سے ہر بچہ، ہر مرد اور ہر عورت اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں جھونک دے تب بھی وہ انقلاب ممکن نہیں جو ہم برپا کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے اللہ کا فضل ہی ہے جو سب کچھ

کریگا۔

پس یہ دعا کریں کہ اے خدا! تو ہمیں تسکین قلب کی خاطر توفیق عطا فرما کہ ہم سب کچھ تیری راہ میں ڈال دیں لیکن جو نتیجہ پیدا فرما وہ اپنے فضل کا نتیجہ پیدا فرما گویا ہماری کوششوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں جو کچھ ملے خالصتاً تیری رحمت اور تیرے فضل کے نتیجہ میں ملے۔

پس یہ وہ دعا ہے جس کی طرف میں جماعت کو مختصراً توجہ دلاتا ہوں۔اس دعا کے نتیجہ میں ایک تو دل فوراً صاف ہوتا رہے گا اور کسی قسم کا تکبر پیدا نہیں ہوگا اور جب بھی خدا تعالیٰ فضل فرمائے گا اس وقت حمد کی طرف ہی توجہ مائل ہوگی انانیت کی طرف توجہ مائل نہیں ہوگی اس لئے اس دعا سے ہماری بڑی گہری تربیت ہوگی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہی اصل دعا ہے جو کرنی چاہئے۔

میں امید کرتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ آپ ان دعاؤں میں درد بھی پیدا کریں گے۔ صرف منہ سے نکلی ہوئی دعائیں نہ ہوں بلکہ دل کی گہرائی سے نکلی ہوئی دعائیں ہوں پیار سے نکلی ہوئی دعائیں ہوں۔امر واقعہ یہ ہے کہ دنیا بڑی تیزی سے ہلاکت کی طرف جارہی ہے اگر ہم نے اپنی دعاؤں میں جان پیدا نہ کی، اللہ تعالیٰ کی محبت کے نتیجہ میں دعائیں نہ نکلیں تو پھر اس دنیا کو ہلاکت سے بچانے والا کوئی نہیں۔اس لئے خصوصیت کے ساتھ اپنے اندر یہ تبدیلیاں پیدا کریں۔دعا وہ کریں جو دل کی گہرائی سے نکلے صرف ہونٹوں سے نہ نکل رہی ہو، دعا کی ایسی کیفیت پیدا کرلیں کہ جس کے نتیجہ میں آپ کے جذبات ہی دعا بن چکے ہوں۔آپ کے دل میں جو اللہ کا پیار ہو وہ ہر وقت دعا بنا رہے اور بھاپ کی طرح اڑتا رہے جس طرح سمندروں سے بخارات ازخود اٹھتے رہتے ہیں ویسی کیفیتیں پیدا کرلیں کہ سوتے ہوئے بھی اور جاگتے ہوئے بھی دعا بلند ہو رہی ہو اور توجہ کا مرکز ہی دعا بن جائے۔اگر ہم ایسا کرسکیں اور خدا کرے کہ ہم ایسا کرسکیں تو یہ ذمہ داریوں کے جتنے بھی پہاڑ ہم اٹھا کر لائے ہیں آپ دیکھیں گے اور آپ کو ایک عجیب انقلاب نظر آئے گا اور یوں معلوم ہوگا کہ یہ پہاڑ نہیں بلکہ رائی کے دانے تھے جن کا کوئی بھی بوجھ باقی نہیں رہا اور سارے معاملات اس آسانی سے حل ہونے شروع ہو جائیں گے کہ حیرت ہوگی کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے اتنے عظیم الشان کام لے لئے۔پس دعا ہی ہے جو یہ انقلاب برپا کرے گی۔اللہ تعالیٰ ہمیں دعا کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

خطبہ ثانیہ کے دوران فرمایا:

ایک دعا کا اعلان کرنا ہے مکرم میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی جو امریکہ میں بہت دیر تک خدمت دین کی توفیق پاتے رہے ان کی آنکھوں کی بینائی پر اثر پڑ گیا تھا۔ وہاں ان کا آپریشن ہوا جب یہاں واپس بلایا گیا تو ایک آنکھ میں کوئی نقص تھا۔ اس کے آپریشن کے لئے چند دن ہوئے آپ راولپنڈی گئے تھے وہاں سے رات فون پر اطلاع ملی ہے کہ آپریشن سے کچھ عرصہ پہلے ہی دل کا دورہ ہوا۔ چنانچہ اب (Intensive care) کے وارڈ میں ہیں اور ابھی جمعہ پر آنے سے پہلے بہت پریشانی کا فون آیا تھا کہ ڈاکٹر پریشان ہیں اور ابھی تک حالت سنبھلی نہیں۔ احباب جماعت خاص طور پر میاں محمد ابراہیم صاحب کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا کریں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۵/ جنوری ۱۹۸۴ء)